بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سید فضل الرحمٰن

اسرا و معراج

"روحانی یا جسمانی؟"

مکہ میں دس سال تک ہوشربا مصائب و آلام، ابتلا و آزمائش اور ذلت و رسوائی، صبر و سکون اور استقامت کے ساتھ برداشت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ایسی عزت و شرافت اور رفعت وبلندی سے سرفراز فرمایا جس نے تمام مصیبتوں اور ذلتوں کو عزتوں اور راحتوں سے بدل دیا اور آپؐ کو اس قدر بلند فرمایا کہ اس سے آگے بلندی کا کوئی تصور نہیں اور اس عرشِ عظیم تک سیر کرائی جس کے بعد اور کوئی مقام نہیں، یعنی آپؐ کو ایک رات میں تمام آسمانوں کی سیر کرادی اور آیاتِ کبریٰ کا مشاہدہ کرادیا اور آپؐ کو اپنے قربِ خاص سے نوازدیا۔ اسی کو معراج کہتے ہیں۔

معراج یا اسراء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نہایت اہم بلکہ عظیم واقعہ ہے۔ اس میں آپؐ کو کائنات کے اسرار و رموز اور حقائق سے آگاہ کیا گیا۔ معراج کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں!

> یہ مقامِ نبوتِ کبریٰ ہے اس کی صحیح کیفیات کی تعین ہمارے لئے ممکن ہی نہیں۔ یہ سربستہ راز ہے جس پر بحث کرنے کی بجائے ایمان لانے ہی میں نجات ہے۔(۱)

اختصار کے ساتھ واقعہ معراج اس طرح ہے کہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر براق پر ہوا۔ اس سفر کو اسراء کہتے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک

جانے کو معراج کہتے ہیں کیونکہ یہ سفر سیڑھی کے ذریعے ہوا۔ اور معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں۔ اکثر دونوں سفروں کے مجموعے کو معراج یا اسراء کہہ دیتے ہیں۔

متعدد احادیث میں ہے کہ آپؐ کے لئے جنت سے ایک چوپایا لایا گیا جس کو براق کہتے ہیں۔ یہ گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا، سفید رنگ کا اور برق رفتار تھا اور اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی انتہائے نظر پہنچتی تھی۔ اس کی دونوں رانوں میں دو پر تھے جن سے وہ اپنی ٹانگوں کو ہنکاتا تھا۔ پھر آپؐ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس روانہ ہوئے۔(۲)

شداد بن اوس کی روایت میں ہے کہ آپؐ کا گزر ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت تھے۔ جبرائیلؑ کے کہنے پر آپؐ نے وہاں نماز پڑھی اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ یثرب ہے جہاں آپؐ ہجرت کریں گے۔ پھر آپ کا گزر ایک اور زمین پر ہوا۔ جبرائیلؑ کے کہنے پر آپؐ نے وہاں بھی نماز پڑھی اور آپ کو بتایا گیا کہ آپؐ نے وادئ سینا میں شجرۂ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی ہے۔ اسی طرح آپؐ نے مدین میں نماز پڑھی جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے، اور آخر میں بیت اللحم میں نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔(۳)

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ جب آپؐ براق پر روانہ ہوئے تو راستے کے ایک طرف آپ نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا، آپؐ کے دریافت کرنے پر جبرئیلؑ نے آپ کو بتایا کہ یہ دنیا ہے۔ پھر آگے چل کر آپؐ نے ایک اور چیز دیکھی جو آپ کو بلا رہی تھی۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ آپؐ چلے چلئے یہ اللہ کا دشمن ابلیس لعین ہے۔ پھر آپ نے ایک بڑھیا کو دیکھا جو راستے کے ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس کی طرف بھی التفات نہیں فرمایا۔ آپؐ کے پوچھنے پر جبرائیلؑ نے بتایا کہ دنیا کی عمر اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی اس بڑھیا کی۔ پھر اللہ کی ایک مخلوق پر آپ کا گزر ہوا جس نے آپ کو سلام کیا، پھر دوسری اور تیسری مخلوق پر گزر ہوا انہوں نے بھی آپ کو سلام کیا۔ یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچ گئے۔ پھر جبرائیلؑ نے آپ کو بتایا کہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تھے۔(۴)

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس پہنچ کر آپؐ نے براق کو اس حلقے

سے باندھ دیا، جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ حضرت بریدہؓ کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیلؑ کے ہمراہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوگئے اور دونوں نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ (۵)

پھر جلد ہی مسجد میں تمام انبیاء جمع ہوگئے، ایک مؤذن نے اذان دی اور اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو نماز پڑھائی۔ (۶)

بیت المقدس پہنچنے کے بعد آپؐ کے پاس شراب، پانی اور دودھ لایا گیا۔ پس آپؐ نے دودھ نوش فرمایا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپؐ نے دین فطرت کو اختیار فرمایا ہے۔ اگر آپؐ پانی پیتے تو آپؐ اور آپؐ کی امت غرق ہو جاتی اور اگر شراب پیتے تو آپؐ اور آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کے پاس شہد بھی لایا گیا اور آپؐ نے اس میں سے بھی کچھ پیا۔ (۷)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس کی تقریب سے فراغت کے بعد آپؐ کے پاس معراج (سیڑھی) لائی گئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی اور یہ وہی ہے جو موت کے وقت مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ (جس سے روح پرداز کرتی ہے) اس کا ایک قدمچہ چاندی کا تھا اور ایک سونے کا یہ سیڑھی جنت الفردوس سے لائی گئی تھی اور موتیوں سے مرصع تھی اور اس کے دائیں بائیں فرشتے چل رہے تھے۔ (۸)

بخاری کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک چوپایا لایا گیا جو خچر سے کم اور گدھے سے بڑا تھا اور سفید رنگ کا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا، جہاں اس کی نظر پڑتی تھی۔ پھر جبرائیل امینؑ آپ کو اس پر سوار کر کے لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچے۔ وہاں آپؐ کو خوش آمدید کہا گیا اور آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر دوسرے آسمان پر پہنچے وہاں بھی آپؐ کو خوش آمدید کہا گیا اور آپؐ کی ملاقات یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ہوئی، پھر تیسرے آسمان پر بھی آپؐ کو خوش آمدید کہا گیا، جہاں آپؐ کی ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔ پھر چوتھے آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی آپ کو خوش آمدید کہا گیا اور آپؐ کی ملاقات ادریس علیہ السلام سے ہوئی۔ پانچویں آسمان پر بھی آپؐ کو خوش آمدید کہا گیا اور

آپؐ کی ملاقات ہارون علیہ السلام سے ہوئی۔ پھر چھٹے آسمان کی طرف عروج کیا تو وہاں بھی آپؐ کو خوش آمدید کہا گیا اور آپؐ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپؐ کو خوش آمدید کہا۔(۹)

اس کے بعد آپؐ کو سدرۃ المنتہیٰ تک بلند کیا گیا جو بیری کا ایک درخت ہے۔ اس کے پھل (بیر) سائز کے اعتبار سے مقام حجر کے مٹکوں کے برابر اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ یہاں آکر رک جاتی ہے اور پھر اٹھائی جاتی ہے اور ملاءاعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ بھی یہاں آکر ٹھہر جاتی ہے اور پھر نیچے اترتی ہے۔ اسی لئے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔(۱۰)

پھر آپؐ کو بیت المعمور تک بلند کیا گیا۔ جو فرشتوں کا قبلہ اور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر واقع ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر کبھی ان کی باری کی نوبت نہیں آتی۔(۱۱)

پھر آپؐ کو ایک ایسے مقام تک بلند کیا گیا جہاں آپؐ نے صَرِیْفُ الْاَقْلَام کو سنا۔ (لکھتے وقت قلم سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں) یہاں فرشتے امورِ الٰہیہ اور احکامِ خداوندی کو لوحِ محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔(۱۲)

اس کے بعد آپؐ حجابات طے کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؐ کی سواری کے لئے ایک رفرف۔(مسند) آئی جس پر سوار ہو کر آپؐ قاب قوسین تک پہنچے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ امام طبرانی اور ترمذی نے حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نور اعظم کو دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلاواسطہ کلام فرمایا(۱۳) قرآن کریم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا!

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ○ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○ (۱۴)

پھر آپؐ قریب ہوئے اور آگے بڑھے، پھر دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر (اللہ تعالیٰ نے) اپنے بندے

کو جو وحی فرمانا چاہی فرمائی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ہر روز کے لئے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر میں واپس آیا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپؐ کے رب نے آپؐ کی امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا کہ ہر روز پچاس نمازیں۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کی امت روزانہ پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، میں آپؐ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں سو آپؐ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ پھر میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تو انہوں نے پہلے جیسی بات کہی۔ اس طرح حضرت موسیٰ کے کہنے پر آپ نمازوں کی تعداد میں تخفیف کی درخواست لے کر بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا۔ (۱۵)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ اسراء کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے عشاء کی نماز پڑھ کر آپؐ سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ پھر میں نے رات میں آپؐ کو گم پایا اور اس خوف سے کہ کہیں قریش کے لوگ آپؐ کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں میری نیند اچاٹ ہو گئی۔ (اس کے بعد آپؐ تشریف لے آئے تو) آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیلؑ آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لے گئے۔ میں نے دروازے پر ایک چوپایا (کھڑا ہوا) دیکھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ پس جبرائیلؑ نے مجھے اس پر سوار کیا اور روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ پھر آپؐ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام، داروغہ جہنم اور دجال کے تذکرے کے بعد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ باہر نکل کر قریش کو اس سے آگاہ کروں جو میں نے دیکھا ہے۔

حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ پھر میں نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ میں آپؐ کو اللہ کی قسم دلاتی ہوں کہ آپؐ جب اپنی قوم سے بیان کریں گے تو وہ آپؐ کو جھٹلائیں گے۔ اور آپؐ کی بات سے انکار کریں گے اور مجھے خوف ہے کہ وہ آپؐ پر حملہ کریں گے۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے اور قریش کے پاس پہنچ کر ان کو تمام واقعہ بیان کیا جو مجھے بتایا تھا۔ پس جبیر بن مطعم نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپؐ کی ایسی شان ہوتی

جیسی آپؐ بتا رہے ہیں تو آپؐ یہ بات نہ کہتے جو (اس وقت) آپؐ کہہ رہے ہیں، حالانکہ آپؐ ہمارے درمیان موجود ہیں۔

پھر ایک دوسرے آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے جو فلاں فلاں جگہ پر تھے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان کو دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں تھے۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپؐ بنی فلاں کے قافلے کے پاس سے گزرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ پایا اور ان کے ایک سرخ اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا پس اس میں جو کچھ (پانی) تھا وہ میں نے پی لیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپؐ ہمیں ان کی تعداد اور قافلوں کے بارے میں بتائیے کہ ان میں کون کون راعی تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ان کے شمار وغیرہ کی طرف توجہ نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اونٹ آپ کے سامنے کر دیئے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کا شمار کیا اور یہ بھی جان لیا کہ اس میں کون کون راعی تھے۔ پھر آپؐ نے قریش کو اونٹوں کی تعداد اور ان کے راعیوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ فلاں فلاں ہیں۔ وہ کل صبح سویرے تمہیں ثنیہ (وہ موڑ جہاں سے مکہ میں داخل ہوتے تھے) پر ملیں گے۔ سو وہ لوگ ثنیہ پر جا بیٹھے تاکہ آپؐ کی بات کی تصدیق کریں۔ جب اونٹوں کا قافلہ آیا تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر دوسرے قافلے سے پوچھا کہ کیا تمہارے سرخ اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ انہوں نے کہا ہاں، پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی پیالہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا خدا کی قسم میں نے ہی اس کو رکھا تھا۔ پس ہم میں سے نہ تو کسی نے اس کو پیا اور نہ اس کو زمین پر بہایا۔(۱۶)

مسند احمد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسراء ہوا اور صبح کو میں مکہ میں آیا تو مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ سو میں مغموم ہو کر ایک طرف بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابو جہل اس طرف سے گزرا اور میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور تمسخر کے انداز میں کہنے لگا کہ کیا کوئی (نئی) بات ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ وہ نئی بات کیا ہے؟ میں نے کہا کہ رات کو مجھے اسراء دیا گیا۔ اس نے کہا کہ کہاں تک؟ میں نے کہا کہ بیت المقدس تک۔ اس نے کہا کہ پھر صبح کو

آپؐ ہمارے درمیان میں موجود ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کہ اگر میں آپؐ کی قوم کو بلاؤں تو کیا آپؐ ان کے سامنے بیان کریں گے جو کچھ آپؐ نے مجھ سے کہا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں سو اس نے قوم کو آواز دی۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ابو جہل نے کہا کہ آپؐ نے مجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی قوم سے بیان کر دیں۔ پس میں نے کہا کہ مجھے رات اسراء دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ کہاں تک؟ میں نے کہا کہ بیت المقدس تک۔ انہوں نے کہا کہ پھر صبح کو آپؐ ہمارے درمیا موجود ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ پس قوم میں کچھ لوگ تالیاں بجا رہے تھے اور کچھ لوگ تعجب سے اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر جھٹلا رہے تھے۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپؐ بیت المقدس کا حلیہ اور اس کی کچھ نشانیاں بتا سکتے ہیں کیونکہ ان میں سے بعض لوگوں نے بیت المقدس کو خوب دیکھا تھا۔ میں ان کو برابر اس کا حلیہ اور نشانیاں بتاتا جاتا تھا کہ بعض چیزوں میں مجھے شبہ پیدا ہو گیا کیونکہ میں نے اس خیال سے مسجد کو نہیں دیکھا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا اور میں اس کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے عقیل کے گھر کے برابر ہو۔ پس میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور جو کچھ یاد نہیں تھا وہ بھی بتاتا جاتا تھا۔ لوگوں میں سے جو جانتے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ نشانیاں تو خدا کی قسم آپؐ نے صحیح بیان کی ہیں۔(۱۷)

ابن اسحاق نے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو لیجایا گیا اور آپؐ کا جسم مبارک اپنی جگہ سے مفقود نہیں ہوا تھا۔ حضرت حسن بصری سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے لیکن یہ کہنا کہ معراج حالت خواب میں ہوئی یا یہ کہنا کہ جسم اطہر کے بغیر آپؐ کی روح مبارک کو ہوئی تو ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہ دونوں یہ نہیں کہتے کہ وہ حالت خواب میں ہوئی، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ معراج میں آپؐ کی روح کو لے جایا گیا اور آپؐ کا جسم اپنی جگہ موجود رہا۔ ان دونوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے تو محسوس صورتوں میں جو کچھ معلوم ہے اس کی تمثیلیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ دیکھتا ہے کہ گویا اس کو آسمان پر چڑھایا گیا یا اس کو مکہ لے جایا گیا اور زمین کے گوشوں کو اس پر پھرایا گیا، حالانکہ نہ اس کی روح آسمان پر چڑھی، نہ مکہ گئی اور نہ زمین پر پھری۔ صرف یہ ہوا کہ خواب

کے فرشتے نے ایک تمثیل اس کے سامنے کردی۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر چڑھایا گیا ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ آپ کو معراج روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور دوسرا کہتا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوئی اور آپ کا بدن اپنی جگہ موجود رہا۔ ان کا مقصد یہ نہیں کہ وہ خواب تھا بلکہ مقصد یہ ہے کہ خود بذاتہٖ روح کو معراج ہوئی اور درحقیقت وہی اوپر چڑھائی گئی۔ اور اس نے اس طرح کیا جس طرح جسم سے مفارقت کے بعد کرتی ہے اور اس میں اس کی حالت وہی تھی جو مفارقت جسم کے بعد آسمانوں پر ایک ایک آسمان کرکے چڑھنے میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر جاکر ٹھہر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جو چاہتا ہے اس کے بارے میں حکم دیتا ہے، پھر وہ زمین پر واپس آجاتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں جو حاصل ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کامل تھا جو روح کو مفارقتِ جسم کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ درجہ اس سے بڑا ہے جو سونے والے کو خواب میں نظر آتا ہے۔(۱۸)

جمہور علماء و مفسرین سلف و خلف، فقہا و محدثین و متکلمین اور صوفیائے کرام اور اولیائے عظام، سب کے نزدیک یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ پیش آیا۔ قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسدِ عنصری کے ساتھ بیداری کی حالت میں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ اس قدر احادیثِ کثیرہ و صحیحہ و صریحہ سے ثابت ہے کہ وہ حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس لئے نہ تو ان کا انکار ممکن ہے اور نہ ان میں تاویل کی گنجائش ہے کیونکہ متواترات کا انکار کفر ہے اور محکمات میں تاویل الحاد و زندقہ ہے۔(۱۹)

علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ ”صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند احمد اور حدیث کی دوسری معتبر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ صحیحین کی دو روایتوں کے سوا باقی روایتوں میں خواب کا مطلق ذکر نہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جو صحیح

ترین روایت ہے وہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو ثابت البنانی کے ذریعے سے ہے، دونوں خواب کے ذکر سے قطعاً خالی ہیں۔ اس لئے حسبِ محاورۂ عام اس کو بیداری کے معنی میں سمجھنا قطعی ہے۔ (۲۰)

۲- حضرت انسؓ کی وہ روایت جو شریک کے واسطے سے ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا۔ (۲۱) بخاری نے اس حدیث کو دو جگہ بیان کیا ہے ایک کتاب التوحید میں اور دوسرے کتاب المناقب میں مگر کتاب التوحید میں بخاری نے معراج کے تمام واقعات کے بیان کے بعد آخر میں حضرت انسؓ کا یہ فقرہ روایت کیا ہے کہ "پھر آپ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے" (۲۲)

صحیح بخاری (۲۳) اور مسند احمد (۲۴) میں میں مالک بن صعصعہ انصاری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ مسلم نے فرمایا!

بینما انا عند الکعبة بین النائم و الیقظان

اس اثناء میں کہ میں کعبے کے پاس نیند و بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔

لیکن یہ شبِ معراج میں آغاز کی کیفیت کا بیان ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے تھے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معراج کے تمام واقعے کے دوران آپؐ محوِ خواب رہے۔ (۲۵)

قرآن کریم میں بھی صرف اتنا آیا ہے کہ!

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔ (۲۶)

اس میں خواب کی کوئی تصریح نہیں ہے اس لئے بلاشبہ یہ بیداری ہی کا واقعہ سمجھا جائے گا۔

۳- سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے!

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (۲۷)

بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ معراج کے متعلق ہے۔ عربی زبان میں روءیا کے معنی ہیں "دکھاوا" یعنی جو دیکھنے میں آئے۔ اور عام طور پر اس کے معنی

خواب کے ہیں، اسی لئے جو لوگ معراج کو خواب بتاتے ہیں وہ اس آیت کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، لیکن بخاری نے کتاب التفسیر میں اس آیت کے تحت عکرمہؒ کی روایت سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔

> یہ آنکھ کا نظارہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ اسراء میں دکھایا گیا۔(۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بہ دعائے رسولؐ بہترین مفسر قرآن ہیں اور لغت وادب کے بھی ائمہ عظام میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ!

> میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بحالت بیداری اور جسم کے ساتھ ہوئی تھی۔(۲۹)

سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

> اور جو کچھ ہم نے آپؐ کو (شب معراج میں) دکھایا وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش ہے۔

ظاہر ہے رویت روحانی یا منامی سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں بلکہ رویتِ بصری ہی جو بیداری کی حالت میں ہو فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ چنانچہ یہ معراجِ جسمانی ہی تھی جس نے لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا۔ کفار و مشرکین نے واقعہ کو سن کر اس کا انکار کیا اور کمزور عقیدے والے مرتد ہوگئے۔

۴۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

> سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (۳۰)

> پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی، جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اس کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔

یہاں کلام کے شروع میں لفظ سبحان لایا گیا ہے۔ اس سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اس لفظ کے بعد جو کچھ بیان کیا جائے گا اس پر اللہ کے سوا کسی کو قدرت

نہیں۔(۳۱)

وہ ہر قسم کے عیب و نقص اور عجز سے پاک ہے۔اپنے بندے کو ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس لے جانا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ قادرِ مطلق اور ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

عام طور پر کسی امرِ عظیم اور عجائبات کے ظہور کے وقت کلام کے شروع میں لفظ سبحان لایا جاتا ہے۔(۳۲) خواب جیسے معمولی واقعے کے لئے ایسا عظیم لفظ استعمال نہیں کیا جاتا۔ خواب تو کوئی بھی دیکھ سکتا ہے اور معمولی سے معمولی آدمی حتیٰ کہ کافر بلکہ ابو جہل جیسا بد بخت بھی حالتِ خواب میں زمین کے کسی دور دراز مقام اور آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے اور کوئی اس پر انگلی اٹھاتا ہے اور نہ اس کی تکذیب کرتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ واقعۂ معراج خواب کا نہیں بیداری کا ہے۔ نیز آیتِ اسراء میں اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرما دیا کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارادے اور اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے وقوع پذیر ہوا اس لئے اس پر چنداں تعجب کی ضرورت نہیں۔جس خالق و حکیم مطلق نے آسمان و زمین، آفتاب و ماہتاب، جبال و بحار اور کائنات کی جملہ مخلوقات کو پیدا کیا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ رات کے ایک قلیل سے حصہ میں اپنے خاص بندے کو جو سید الانبیاء اور افضل البشر ہے۔آسمانوں تک کی سیر کرادے۔

قرآن کریم میں جہاں جہاں عبد کا لفظ آیا ہے ہر جگہ اس سے مراد روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ تنہا روح کو عبد یا بندہ نہیں کہتے۔جیسا کہ ارشاد ہے!

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۝(۳۳)

اور جب اللہ کا بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ قرآن سننے کے لئے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس آیت میں لفظ عبد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ظاہر ہے کہ صرف آپ کی روح نماز پڑھنے کے لئے کھڑی نہیں ہوتی بلکہ آپؐ کے جسم مبارک اور روح کا مجموعہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ○ (۳۴)

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کے وقت لے جاؤ، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

اس آیت میں بھی عبادی سے مراد زندہ انسانوں کو بیداری کی حالت میں لے جانا ہے، ان کو روحانی طور پر یا خواب میں لے جانا مراد نہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے!

ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا ○ (۳۵)

(یہ) ذکر ہے آپؐ کے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی تھی۔

یہاں بھی عبد سے مراد حضرت زکریا کی روح اور جسم دونوں ہیں۔

ایک اور جگہ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ا

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ ○ (۳۶)

سو کچھ رات رہے آپ اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جایئے اور آپ ان سب کے پیچھے رہیئے اور تم میں سے کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے وہاں چلے جاؤ۔

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کو جو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھر والوں کو رات کے آخری حصے میں یہاں سے لے جاؤ تو یہ بیداری میں لے جانے کے لئے ہے نہ کہ خواب میں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے!

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ○ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ○ (۳۷)

کیا تو نے اس (ابو جہل) کو بھی دیکھا ہے جو اس خاص بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

ظاہر ہے یہاں بھی روح اور جسم کا مجموعہ مراد ہے نہ کہ صرف روح، کیونکہ ابو جہل صرف آپؐ کی روح کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتا تھا۔

نیز ارشاد ہے!

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (۳۸)

اور اگر تم کو اس (قرآن) کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا۔

اس آیت میں بندے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ظاہر ہے قرآن مجید آپ کی روح پر نازل نہیں کیا گیا بلکہ عبد سے مراد جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے۔

اور ارشاد ہے!

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ (۳۹)

بہت برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ فیصلے کی کتاب (قرآن) نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا والوں کو ڈرانے والا ہو۔

اس آیت میں بھی عبد سے مراد جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔

اسی طرح ارشاد ہے!

مَاکَانَ لِبَشَرٍ أَن یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُولَ لِلنَّاسِ کُونُوا عِبَادًالِّی مِن دُونِ اللّٰهِ وَلٰکِن کُونُوا رَبَّانِیِّنَ (۴۰)

کسی بشر کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور لیکن وہ کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاؤ۔

یہاں بھی عباد سے مراد بندوں کی روحیں نہیں بلکہ روحیں مع الاجسام ہیں۔

قرآن کریم میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔سو اسریٰ بعبدہ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بیداری کی حالت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔اگر آیت کے یہ معنی لئے جائیں کہ اللہ اپنے بندے کو خواب کی حالت میں یا محض روحانی طور پر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا تو پھر!مذکورہ بالا تمام آیتوں اور ان جیسی دوسری بہت سی آیتوں کے یہ معنی لینے پڑیں گے کہ!

(اے موسیٰ) میرے بندوں کو خواب میں یا محض روحانی طور پر رات کے وقت (مصر) لے جاؤ۔

(اے لوط) کچھ رات رہے آپ اپنے گھر والوں کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لے کر چلے جایئے۔

کیا تو نے اس (ابو جہل) کو نہیں دیکھا جو ہمارے بندے کو خواب میں یا محض روحانی طور پر نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم خواب میں یا محض روحانی طور پر اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

یہ معنی یقیناً خلافِ واقع ہوں گے۔

۵۔ پھر فرمایا!

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا

تاکہ ہم اس کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔

اس سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ اسراء کا مقصد قدرت کی آیات کا مشاہدہ کرانا تھا۔ظاہر اس مشاہدے سے مراد جسمانی طور پر دکھانا ہے ورنہ روحانی یا خواب کی حالت میں مشاہدہ کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

۶۔ سورۂ نجم میں !مَازَاغَ الْبَصَرُ (۴۱) کا لفظ آیا ہے۔جو بصری یعنی آنکھ کے مشاہدے پر دلالت کر رہا ہے۔

۷۔ سورۂ نجم ہی میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو آیاتِ کبریٰ اور معجزاتِ عظمیٰ میں سے

قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خواب نہ آیاتِ کبریٰ ہے اور نہ معجزاتِ عظمیٰ ہے۔

۸۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ (۴۲) کے الفاظ بھی دونوں جسموں یعنی قوسین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دلالت کر رہے ہیں۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کو قوسین کے قرب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قوسین چونکہ جسم ہیں اس لئے ان کو دوسرے جسم ہی سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ لہذا آپ کا یہ قرب مع الجسم تھا، محض روحانی نہیں تھا۔

۹۔ معراج کے واقعات میں یہ بھی ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے جہاں آپ کو شراب پانی اور دودھ پیش کیا گیا اور آپ نے دودھ نوش فرمایا۔(۴۳) پس سوار ہونا اور پینا یہ سب جسم کے خواص ہیں، اس لئے معراج جسمانی تھی۔

۱۰۔ آپ نے یہ واقعہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں ورنہ لوگ آپ کی اور زیادہ تکذیب کریں گے۔ اگر یہ خواب کا معاملہ ہوتا تو اس میں تکذیب کی کیا بات تھی۔ خواب میں تو ہر انسان عجائبات دیکھ سکتا ہے۔ کیا مشرکین عرب اتنے بیوقوف و نادان تھے کہ ان کے نزدیک خواب میں بھی بیت المقدس اور آسمانوں پر جانا محال تھا۔(۴۴)

۱۱۔ جب آپ نے یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا تو کفار نے آپ کی تکذیب کی اور مذاق اڑایا اور تالیاں بجائیں، یہاں تک کہ بعض نو مسلم اس خبر کو سن کر مرتد ہوگئے۔ اگر یہ معاملہ خواب کا ہوتا تو کفار کو آپ کی تکذیب و تمسخر کی کیا ضرورت تھی۔(۴۵)

۱۲۔ واقعہ سننے کے بعد مشرکین نے آپ سے بیت المقدس کی علامات دریافت کیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے اس کو دیکھ دیکھ کر ان کی باتوں کا جواب دیا۔ اس پر کفار کی زبانوں پر تالے پڑگئے اور وہ دم بخود ہوگئے۔ اگر یہ واقعہ کوئی خواب یا کشف ہوتا تو مشرکین آپ سے بیت المقدس کی علامتیں

نہ پوچھتے کیونکہ خواب بیان کرنے والے سے نہ کوئی علامات پوچھتا ہے اور نہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔(۴۶)

۱۳۔ اگر یہ واقعہ کوئی خواب ہوتا تو آپ کے معجزات میں شمار نہ ہوتا۔ خواب میں تو مکہ سے بیت المقدس جانا اور صبح کو مکہ واپس آجانا کسی سمجھدار کے نزدیک بھی محال و ناممکن نہیں۔ نبی تو نبی، ایسا خواب تو ابو جہل اور ابولہب جیسے کافر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

۱۴۔ حضرت ام ہانی نے بیان کیا کہ اسراء کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر آپ سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ پھر میں نے رات میں آپ کو گم پایا اور اس خوف سے کہ کہیں قریش کے لوگ آپؐ کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں میری نیند اچاٹ ہوگئی۔(۴۷) حضرت ام ہانی کا یہ کہنا کہ عشاء کی نماز کے بعد آپ سو گئے اور ہم بھی سو گئے پھر میں نے رات میں آپ کو گم پایا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جسم کے ساتھ پیش آیا۔ اگر یہ خواب کا معاملہ ہوتا تو ام ہانی رات میں آپ کو گم نہ پاتیں۔

۱۵۔ جب آپ نے قریش کو تمام واقعہ بیان کیا تو جبیر بن مطعم نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کی ایسی شان ہوتی جیسی آپ بتا رہے ہیں تو آپ یہ بات نہ کہتے جو آپ (اس وقت) کہہ رہے ہیں، حالانکہ آپ ہمارے درمیان میں موجود ہیں۔(۴۸)

جبیر بن مطعم کا یہ کہنا کہ ''حالانکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس کے نزدیک یہ واقعہ حالتِ خواب کا نہ تھا بلکہ بیداری کی حالت میں جسم خاکی کے ساتھ پیش آیا تھا۔

۱۶۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسراء ہوا اور میں نے صبح مکہ میں کی تو مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ پس میں مغموم ہو کر ایک طرف بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابو جہل اس طرف سے گزرا اور میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور تمسخر کے انداز میں

کہنے لگا کہ کیا کوئی (نئی) بات ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ وہ نئی بات کیا ہے؟ میں نے کہا کہ رات کو مجھے اسراء دیا گیا۔ اس نے کہا کہاں تک؟ میں نے کہا بیت المقدس تک۔ اس نے کہا کہ پھر صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود ہیں، میں نے کہا ہاں۔ (۴۹)

اس حدیث میں ابو جہل کے یہ الفاظ، "پھر صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود ہیں" واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ وہ بھی اس واقعہ کو جسم کے ساتھ سمجھ رہا تھا نہ کہ روحانی یا خواب کے طور پر۔ اگر اس کے نزدیک یہ واقعہ روحانی یا خواب کا ہوتا تو وہ مذکورہ الفاظ کبھی نہ کہتا۔

۱۷۔ جب آپ نے مشرکین مکہ کے سامنے معراج کا واقعہ بیان کیا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے جو فلاں فلاں جگہ پر تھے" آپ نے فرمایا ہاں میں نے ان کو دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اور وہ اس کی تلاش میں تھے۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپ بنی فلاں کے قافلے کے پاس سے گزرے؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ پایا اور ان کے ایک سرخ اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا۔ پس اس میں جو کچھ (پانی) تھا وہ میں نے پی لیا۔ پھر ان لوگوں نے اونٹوں کی تعداد اور قافلوں کے راعیوں کے بارے میں پوچھا۔ پس آپ نے ان کو اونٹوں کی تعداد اور راعیوں کے بارے میں بتایا کہ وہ فلاں فلاں ہیں۔ اور کل صبح تمہیں ثنیہ پر ملیں گے، چنانچہ اگلی صبح ان لوگوں نے ثنیہ پر جا کر قافلوں کا انتظار کیا تاکہ وہ آپ کی بات کی تصدیق کریں۔ چنانچہ اہل قافلہ نے آپ کی تینوں باتوں کی تصدق کی، یعنی اونٹ کا گم ہونا اور اس کو تلاش کرنا اور سرخ اونٹ کی ٹانگ ٹوٹنا۔ پانی کے پیالے کے بارے میں سن کر حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے کہا خدا کی قسم میں نے ہی اس کو رکھا تھا۔ پس ہم میں سے نہ تو کسی نے اس کو پیا اور نہ اس کو زمین پر بہایا۔ (۵۰)

اگر یہ خواب کی بات ہوتی تو لوگوں کو اونٹوں کی تعداد اور ان کے راعیوں کے

بارے میں پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ خواب دیکھنے والے سے ایسی تفصیلات کوئی نہیں پوچھتا۔ نیز پیالے میں سے پانی کا پینا جسم کا عمل ہے۔ جو بیداری ہی میں ممکن ہے۔ خواب میں یا روحانی طور پر ایسے فعل کا عملاً ارتکاب محال ہے۔ لہٰذا مذکورہ بحث سے یہ بات بالکل واضح اور ثابت ہے کہ آپ کو معراج جسمِ خاکی کے ساتھ بیداری کی حالت میں ہوئی۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

پادری کی شہادت

ابو نُعیم نے دلائل النبوۃ میں واقدی کے طریق سے محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت دحیہ بن خلیفہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصرِ روم کے پاس بھیجا تو اس نے شام سے عرب تاجروں کو بلایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کرے، اس کی تفصیلات مشہور ہیں اور بخاری و مسلم میں مفصل موجود ہیں، (لیکن آئندہ آنے والا واقعہ ان میں مذکور نہیں) ابوسفیانؓ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی پوری کوشش رہی کہ کسی طرح ہرقل کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کرے مگر خود ان کے بقول انہیں اس سے صرف اس امر نے باز رکھا کہ اگر میرا جھوٹ اس پر کھل گیا تو بڑی ندامت ہوگی، اسی دوران انہیں واقعۂ معراج کا خیال آگیا، انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ میں ایسا واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ بھی جان جائیں گے کہ وہ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا ہے کہ وہ ارضِ حرم سے ایک ہی رات میں چل کر تمہاری اس مسجد اقصیٰ تک آئے اور پھر اسی رات میں صبح سے پہلے پہلے واپس لوٹ گئے، میری یہ بات سن کر بیت المقدس کا لاٹ پادری جو بادشاہ کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا بولا کہ میں اس رات سے واقف ہوں، یہ سن کر قیصر نے کہا کہ تم کیا جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں ہر رات کو مسجد اقصیٰ کے دروازے بند کر کے سوتا ہوں، اس رات بھی میں نے ایک دروازے کے سوا تمام درازے بند کئے، ایک دروازہ میری کوشش کے باوجود مجھ سے بند نہ ہو سکا، پھر میں نے اپنے کارندوں کو اور جو لوگ میرے پاس موجود تھے سب کو بلایا مگر اس کے باوجود ہم دروازہ بند کرنے میں

کامیاب نہ ہو سکے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی پہاڑ ہے جسے ہم ہلانا چاہتے ہیں، پھر میں نے بڑھئی بلائے، انہوں نے کہا کہ اس وقت تو ہم کچھ نہیں کر سکتے صبح کو دیکھیں گے، چناچہ اس دروازے کو کھلا چھوڑ دیا گیا، صبح کو جب میں وہاں گیا تو مسجد کے کونے میں جو پتھر کی چٹان تھی اس میں سراخ ہے اور اس پہ ایسے اثرات ہیں جیسے وہاں کوئی جانور باندھا گیا ہے، پادری کہتا ہے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ یہ دروازہ کسی نبی کے لئے کھلا رکھا گیا تھا اور اس نے ضرور ہماری مسجد میں نماز ادا کی ہے۔(۵۱)

علامہ ابنِ قیم لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں براق پر سوار کر کے مسجد حرام سے بیت المقدس تک جسم مبارک کے ساتھ لے جایا گیا۔ پھر آپ بیت المقدس میں اترے اور انبیاء کو نماز پڑھائی، اور براق کو مسجد اقصیٰ کے دروازے میں لگے ہوئے کنڈے سے باندھ دیا۔(۵۲)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ اسراء کی احادیث متواتر ہیں۔(۵۳) نقاش نے اس باب میں بیس صحابہ کرامؓ کی روایات نقل کی ہیں۔ قاضی عیاض نے الشفاء میں اور زیادہ تفصیل دی ہے۔(۵۴) امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسراء کی روایات کو پوری جرح و تعدیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ پھر پچیس صحابہ کرامؓ کے اسماء ذکر کئے ہیں، جن سے یہ روایات منقول ہیں۔ اس کے بعد ابن کثیر نے فرمایا کہ واقعہ اسراء کی حدیث پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ صرف ملحد و زندیق لوگوں نے اس کو نہیں مانا۔(۵۵)

حوالہ جات

۱۔ مقالاتِ سیرت، ترتیب محمد میاں صدیقی، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۸۴ء، ص ۷۰،

۲۔ عماد الدین ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، دار احیاء الثرات العربی، بیروت، ج ۲/ ص ۹۵،

☆ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدیٰ و الرشاد، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۹۳ء، ج ۳/ ص ۸۰،

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، ج ۳/ ص ۱۳-۱۴،

☆ ابن الحجر العسقلانی، فتح الباری، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۷ / ص ۲۵۳،
☆ شامی، ج ۳ / ص ۸۰-۸۱،
۴۔ ابن الحجر، ج ۷، ص ۲۵۳،
☆ شامی، ج ۳ / ص ۲۵۳،
☆ عبدالباقی الزرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، دارالمعرفہ، بیروت، ۹۳ء، ج ۶ / ص ۴۰،
۵۔ ترمذی، الجامع السنن، دارالفکر، بیروت، ۹۴ء، ج ۵ / ص ۹۱، رقم ۳۱۴۳،
۶۔ شامی، ج ۳ / ص ۸۴،
☆ علی بن برہان الدین حلبی، النسان العیون، دارالمعرفہ، ج ۲ / ص ۸۳،
۷۔ محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۵۳ء، ج ۳ / ص ۱۰۶،
☆ ابن الحجر، ج ۷ / ص ۲۷۲-۲۷۳،
۸۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ج ۲ / ص ۹۸،
☆ شامی، ج ۳ / ص ۸۶،
☆ زرقانی، ج ۶ / ص ۳۳،
۹۔ تفصیل کے لئے، بخاری الصحیح، ج ۲ / ص ۲۲۴،
☆ مسلم، الصحیح، دارالکتب العلمیہ، ۹۸ء، ج ۱ / ص ۱۳۱، رقم ۲۵۹،
۱۰۔ ابن الحجر، ج ۷ / ص ۲۶۹-۲۷۲،
☆ شامی، ج ۳ / ص ۸۹-۹۰،
☆ حلبی، ج ۲ / ص ۱۲۵-۱۲۸،
۱۱۔ مسلم، محولہ بالا،
۱۲۔ بخاری، ج ۱ / ص ۵۴،
۱۳۔ زرقانی، ج ۶ / ص ۹۵-۹۷،
۱۴۔ القرآن، سورۃ نجم، آیات ۸-۱۰،
۱۵۔ بخاری، ج ۲ / ص ۲۲۴-۲۲۵،
۱۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۳ / ص ۲۲،
☆ ابن حجر، ج ۷ / ص ۲۵۴-۲۵۵،

☆ شامی، ج ۳ / ص ۹۴،
۱۷۔ احمد بن محمد بن حنبل، المسند، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۹۳ء، ج ا / ص ۵۰۸،
☆ ابن حجر، ص ۲۵۴،
۱۸۔ ابن قیم جوزیہ، زاد المعاد، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۸۷ء، ج ۳ / ص ۴۰،
۱۹۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، لاہور ۸۲ء، ج ۴ / ص ۲۷۵،
۲۰۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، دار الاشاعت ۸۵ء، ج ۳، ص ۲۳۹
۲۱۔ بخاری، ج ۲، ص ۱۸۶،
۲۲۔ ایضاً، ج ۴ / ص ۲۱۲،
۲۳۔ ایضاً، باب المعراج،
۲۴۔ احمد، المسند، ج ۵ / ص ۲۳۷، رقم ۱۷۳۷۹، اور ص ۲۴۰، رقم ۱۷۳۸۱،
۲۵۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج ۳ / ص ۲۳۹، ۲۴۱،
۲۶۔ القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱،
۲۷۔ ایضاً، آیت ۶۰!
۲۸۔ بخاری، ج ۳ / ص ۱۰۸،
۲۹۔ سید سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۷۳ء، ج ۳ / ص ۱۳۷،
۳۰۔ القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱،
۳۱۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی، تفسیر مظہری، شعبہ اشاعت العلوم، ندوۃ المصنفین دہلی، ج ۵ / ص ۳۹۸،
۳۲۔ شامی، ج ۳ / ص ۵،
۳۳۔ القرآن، سورۂ جن، آیت ۱۹،
۳۴۔ القرآن سورۂ شعراء، آیت ۵۲،
۳۵۔ القرآن سورۂ مریم، آیت ۲،
۳۶۔ القرآن سورۂ حجر، آیت ۶۵،

۳۷۔ القرآن سورۂ علق، آیت ۹، ۱۰،
۳۸۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۲۳،
۳۹۔ القرآن سورۂ فرقان، آیت ا،
۴۰۔ القرآن سورۂ آل عمران آیت ۷۹
۴۱۔ القرآن سورۂ نجم، آیت ۱۷،
۴۲۔ القرآن سورۂ نجم، آیت ۸، ۹،
۴۳۔ بخاری، ج ۳ / ص ۱۰۶،
۴۴۔ ابن کثیر، التفسیر، ج ۳، ص ۲۲،
☆ ابن حجر، ج ۷، ص ۲۵۴، ۲۵۵،
۴۵۔ کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۴، ص ۲۷۷،
۴۶۔ احمد، المسند، ج ا، ص ۵۰۸،
☆ ابن الحجر، ج ۷، ص ۲۵۴،
۴۷۔ ابن کثیر، التفسیر، ج ۳ / ص ۲۲،
☆ ابن حجر، ایضاً،
☆ شامی، ج ۳ / ص ۹۴،
۴۸۔ ابن کثیر، ایضاً،
۴۹۔ احمد، المسند، ج ا / ص ۵۰۸،
۵۰۔ ابن حجر، ج ۷ / ص ۲۵۴،
☆ ابن کثیر، محولہ بالا،
۵۱۔ ایضاً، ج ۳ / ص ۲۳،
۵۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ج ۳ / ص ۳۴،
۵۳۔ قرطبی، التفسیر، ج ۱۰ / ص ۲۰۵،
۵۴۔ قاضی عیاض، الشفا، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۰ء، ج ۔ا / ص ۱۱۳-۱۱۵،
۵۵۔ ابن کثیر، التفسیر، ج ۳ / ص ۲۳،